منافقینِ مدینہ کی سازشیں اور تدابیرِ رسول اللہ ﷺ
(نمائندہ اُردو تفاسیر کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ)

The Conspiracies of the Hypocrites of Madinah and the Tactics of the Prophet (PBUH) (Research Study in the light of Representative Urdu Commentaries)

*ڈاکٹر حافظ عبد الرشید

ABSTRACT

When the Holy Prophet (PBUH) migrated to Madinah, an Islamic state came into being which soon became stronger and stronger. During this time, a class of people was born with whom the Muslims had not been exposed before. That was the class of hypocrites, whose efforts were to stay among the Muslims and inflict heavy losses on them.

On various occasions, these hypocrites used their tactics against the Holy Prophet and Islam, but they never succeeded in their tricks as they wanted. By the grace of Allah, every time the Holy Prophet (PBUH) and the Muslims were protected from their evil. But all this was not easy, sometimes a gentle and sometimes harsh attitude was adopted, and when there was no possibility of any good from them, they were forced to leave Madinah.

In this article, some of the notable conspiracies of this group of hypocrites and its obstruction in the light of Seerah of Holy Prophet (PBUH) are described so that the people of Islam can take guidance from it during these days. This article adopts an applied research style.

KEY WORDS: *Conspiracies of the Hypocrites, Hypocrites of Madinah, Holy Prophet's Tactics, Urdu Commentaries.*

مکی دور میں حضور اکرم ﷺ کی دعوتِ اسلام میں جہاں تمام جہان کی رکاوٹیں موجود تھیں وہاں مدنی دور میں سب سے بڑی رکاوٹ منافقین کی وہ سازشیں تھیں جن کے ذریعے وہ اسلام اور مسلمانوں کو ہمہ وقت نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے۔ قرآن مجید نے اس دور میں انسانیت کو تین جماعتوں میں تقسیم فرمایا ہے:

1۔ اہل ایمان جو دل و جان سے اسلام کو مانتے اور زبان سے اس کا اقرار کرتے تھے۔ یہ محبین و مخلصین کی جماعت تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں جابجا موجود ہے۔

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد

2۔ دوسری وہ جماعت تھی جو دل و زبان دونوں سے اسلام کا انکار کرتی تھی اور اعلانیہ اس کی مخالفت کرتی تھی۔ یہ مکہ کے کفار تھے جن میں مشرکین سر فہرست تھے۔

3۔ تیسری جماعت وہ تھی جو دل سے تو اسلام کا انکار کرتی تھی لیکن ظاہری طور پر وہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ یہ جماعت منافقین کہلاتے ہیں اور یہ آستین کا سانپ قرار پائے۔ اس لیے قرآن مجید میں منافقین کی ان سازشوں اور ان کی خصلتوں کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کفار و منافقین کا ذکر یکجا ہوا ہے وہاں منافقین کے ذکر اور ان کی عادات کا ذکر بنسبت کفار سے زیادہ ہے۔ اس لیے یہ بحث بہت دلچسپ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی تدبیر سے منافقین کی ان سازشوں کا سدّباب کیسے کیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو ان پر الٹا کر دیا۔

ایک بات جو منافقین کی ان سازشوں میں قدر مشترک کے طور پر موجود نظر آتی ہے وہ ان کی منفی سوچ ہے، جس کی وجہ سے وہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کسی موقعہ کو ضائع نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس منفی سوچ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ* فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ [1]

"اللہ کو اور ان لوگوں کو جو (واقعی) ایمان لا چکے ہیں دھوکا دیتے ہیں اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) وہ اپنے سوا کسی اور کو دھوکا نہیں دے رہے لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں روگ ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کے روگ میں اور اضافہ کر دیا ہے اور ان کے لئے دردناک سزا تیار ہے، کیونکہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔"

اس منفی سوچ کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس منفی سوچ کی بنیاد کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں اسے مرض سے تعبیر کیا ہے اور اس کی بنیاد کذب کو قرار دیا ہے۔ گویا جھوٹ ایسی بیماری ہے جس کا انجام نفاق تک جا پہنچتا ہے اور بالآخر اسفل سافلین تک لے جاتا ہے۔ اسی مرض کی نشادہی اور اس کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے ازہریؒ رقمطراز ہیں:

"حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف منافقین کے دل میں عداوت کے جو جذبات پرورش پا رہے تھے اور حسد اور غصہ کی جو چنگاریاں چیخ رہی تھیں ان کو قرآن نے مرض سے تعبیر فرمایا ہے۔ جب وہ حضور کریم ﷺ اور اسلام کی روز افزوں عزت اور ترقی کو دیکھتے تو حسد و عناد کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے اس مرض کو یونہی بڑھنے دیا اور

اس کا علاج نہ کیا تو جس طرح جسمانی بیماریاں جسمانی موت کا باعث بنتی ہیں اسی طرح ان کا یہ مرض ان کے قلب وروح کا گلا گھونٹ کر رکھ دے گا"۔[2]

ذیل میں اس گروہ کی چند نمایاں سازشیں اور سیرت النبی کی روشنی میں اس کے سدباب کو بیان کیا جارہا ہے تاکہ آج کے اس دور میں اہل اسلام اس سے راہنمائی لے سکیں۔

1۔ منافقین کے اعذار اور حیلہ گری کی سوچ اور فکر

منافقین جہاں اسلام کو مٹانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے وہیں وہ اسلامی مہمات اور خصوصا ایسے مواقع میں جماعت اسلام کے ہمسفر بننے سے وہ کتراتے جہاں انہیں فتح کا یقین نہ ہوتا اور ایسے مواقع پر وہ طرح طرح کے اعذار تراش کر پیچھے رہ جانے کو ترجیح دیتے۔ تاریخ سیرت میں ایسے کئی مواقع ملتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی اس قبیح عادت کو جابجا بیان فرمایا ہے، مثلاً حدیبیہ کے سفر کو دیکھ لیں کہ کس طرح انہوں نے پیچھے رہنے کے عذر گھڑے اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر کر کے انہیں ذلیل ورسوا کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا[3]

"وہ دیہاتی جو (حدیبیہ کے سفر میں) پیچھے رہ گئے تھے، اب وہ تم سے ضرور یہ کہیں گے کہ: ہمارے مال و دولت اور ہمارے اہل و عیال نے ہمیں مشغول کر لیا تھا، اس لیے ہمارے لیے مغفرت کی دعا کر دیجیے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ (ان سے) کہو کہ: اچھا تو اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانا چاہے تو کون ہے جو اللہ کے سامنے تمہارے معاملے میں کچھ بھی کرنے کی طاقت رکھتا ہو؟ بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کے چھٹے سال جب عمرہ کے لیے مکہ جانے کا ارادہ فرمایا تو قبائلِ قریش کی جانب سے رکاوٹ کے خدشہ کی وجہ سے آپ ﷺ نے مدینہ کے دیگر قبائل کو ساتھ جانے کی دعوت دی تاکہ وہ جم غفیر دیکھ کر حملہ کی جسارت نہ کریں، کیونکہ بدر واحزاب میں ان کے بہت سے عزیز واقارب مارے گئے تھے اور اس سے عمرہ کرنے کا مقصد فوت ہوجائے گا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے اعراب کو طلب فرمایا تو بہت سے لوگوں نے انکار کر دیا اور مختلف حیلے اور بہانے بنا کر رہ گئے کیونکہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ مشرکین مکہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ مخلصین آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ حدیبیہ پہنچ کر معروف

معاہدہ کرنا پڑا جسے قرآن نے "فتح مبین" قرار دیا اور مستقبل کی فتوحات کی پیشینگوئیاں ملیں۔ حدیبیہ سے واپسی پر غزوہ خیبر پیش آیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اعلان آگیا کہ خیبر میں صرف وہی جاسکے گا جو حدیبیہ کے سفر میں شریک تھا۔ اس سے وہ اعراب (منافقین) ان غنائم سے محروم ہوگئے جو مخلصین کے حصہ میں غزوہ خیبر میں حاصل ہوئے تھے۔[4]

اس پر مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین اعراب کو سخت تنبیہ کی جو حضور اکرم ﷺ کی دعوت کے باوجود حاضر نہ ہوئے تھے۔

تحقیق و تجزیہ

ان آیات میں منافقین نے اپنے تخلف کی بنیاد جس چیز کو بنایا اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس موقعہ پر اس تدبیر کو دو طرح سے ناکارہ بنادیا:

1۔ ایک تو یوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی بات کو ظاہر فرمادیا جسے وہ چھپارہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ[5]

"وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔"

ظاہر ہے کہ یہ ان کے لیے بڑی ذلت کی بات تھی۔ اس پر ان کو ذرا بھی ندامت نہ تھی اور نہ ہی ان کی سازشی فکر میں کوئی تبدیلی آئی تھی۔

2۔ خیبر کے مال غنیمت سے محروم ہوگئے جسے وہ بڑی محرومی سمجھتے تھے، کیونکہ ان کا مطمحِ نظر یہی دنیا تھی اس لیے وہ اس معاملے میں کف افسوس ملتے رہ گئے۔

ایک اور بات جو اس آیت میں انہیں بطور تنبیہ کے کہی گئی ہے وہ یہ کہ انہیں اب ایک ایسی قوم سے مقابلہ کرنا ہوگا جو قوت و طاقت میں ان سے بہت زیادہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ایمان کی قوت نہ ہونے کی وجہ سے یہ ان کے لیے ایک خطرناک دھمکی تھی، جس کا انہیں خوف پیدا ہوگیا۔ اسی چیز کو مولانا کاندھلویؒ نے بڑے خوبصورت انداز سے بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "ان آیات مبارکہ میں جن منافقین کا حدیبیہ کے سفر سے تخلف کرنے اور پیچھے رہ جانے کا ذکر فرمایا گیا ان پر بطور تہدید کے یہ واضح کردیا گیا کہ ایسے منافقوں کے لیے بطور سزا حق تعالیٰ کی طرف سے دو چیزیں مقدر کی گئیں۔ ایک تو غزوہ خیبر (جس میں مال غنیمت ملنے کی توقع تھی) میں شرکت کی ممانعت جس کے نتیجہ میں مال و دولت سے محرومی، ایسے منافقوں اور مال کے حریص لوگوں کے واسطے تکلیف دہ چیز اور حسرت و ملال کا باعث بنی۔ دوسری سزا یہ طے کی گئی:

﴿سَتُدْعَوْنَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ﴾[6]"کہ ایسی قوم کے مقابلہ اور جہاد کی طرف ان کو بلایا جائے گا جو بڑی قوت اور شوکت والی ہوگی۔"[7]

2۔ نیکی سے روکنا اور برائی کی نشر و اشاعت

منافقین کا دل چونکہ حقیقت ایمان سے خالی ہوتا تھا اور ان کا مزاج و عادات باہم مشترک تھیں۔ اس لیے ان میں ایک قدر مشترک صفت یہ تھی کہ وہ برائی کو پھیلانے میں پیش پیش اور نیکی کے لیے سد راہ بنتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح انداز میں منافقین کی اس خصلت سے پردہ اٹھایا ہے تاکہ امت مسلمہ ان کی اس خباثت سے اجتناب کریں اور باخبر رہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[8]

"منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ وہ برائی کی تلقین کرتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں، اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے، تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بلاشبہ یہ منافق بڑے نافرمان ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح انداز میں منافقین کے اس قبیح وصف کو بیان کیا ہے۔ ازہریؒ ان کی اس شناعت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ منافق مردوں اور عورتوں کا مزاج یکساں ہے۔ ہر برے نظریہ و فعل کی ترویج و اشاعت میں بڑے چست ہیں اور اگر کہیں بھولے سے نیکی کی کرن پھوٹے تو یہ غمگین ہو جاتے ہیں اور بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ یہ نیکی نہ پھیلے۔ اگر ان سے نیک کام میں مالی امداد کا مطالبہ کیا جائے تو فراوانی کے باوجود ان کی مٹھیاں بھنچ جاتی ہیں اور انہیں ایک پائی بھی خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔[9]

اس زمانے میں چونکہ شرک اور کفر اسلام کے خلاف برسرپیکار تھا۔ مشرکین مکہ اور مکہ کے یہود اسلام کو مٹانے کے درپے تھے، منافقین کا حال یہ تھا کہ باوجود اسلام کا نام لینے کے یہ یہود اور مشرکین کا ساتھ دیتے، اسلام کی مخالفت میں شب و روز سرگرم رہتے، کفر و شرک کی ترویج میں مصروف رہتے اور لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ اسلام کے خلاف ہر سازش کا حصہ بن جاتے۔

سید مودودیؒ نے ان کے اس خبث باطن کو واضح کیا ہے کہ ان منافقین کا حال یہ ہے کہ ان کو برائی سے دلچسپی اور بھلائی سے عداوت ہوتی ہے۔ برا کام کرنے والے کے لیے ان کی ہمدردیاں، مشورے، حوصلہ افزائی، مدد اور سفارشیں، سب اس کے لیے وقف ہوں گی۔ خود بھی اس برے کام میں شریک ہوں گے اور دوسروں کو بھی شرکت کی ترغیب دیں گے۔[10]

حاصل یہ ہے کہ منافقین میں فطرت سے ہٹ کر یہ بری عادت پائی جاتی تھی کہ وہ حق کے بجائے باطل کا ساتھ دیتے اور برائی کی نشر و اشاعت میں بھرپور حصہ لیتے اور اچھائی کی نشر و اشاعت میں حتی الامکان رکاوٹ ڈالتے۔

3۔احسان فراموشی، بدعہدی اور جھوٹی قسمیں

قرآن مجید نے منافقین کی جن بری خصلتوں کا ذکر کیا ہے ان میں بہت ہی نمایاں خصلتیں احسان فراموشی، بد عہدی اور معمولی مقاصد کے حصول کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لینا ان کا وتیرہ تھا۔ مدینہ میں حضور اکرم ﷺ کی آمد سے قبل اگرچہ وہ لوگ مال و دولت کے مالک تھے لیکن آپ ﷺ کی آمد سے ان کے حالات میں جو تبدیلی آئی وہ بہت نمایاں تھی۔ انہیں اسلامی ریاست کا ایک مضبوط شیلٹر مل گیا، مال غنیمت میں برابر حصہ ملنے لگا اور اسلام کو استعمال کرتے ہوئے وہ اپنے دنیوی منافع سمیٹنے لگے، جس سے روز بروز ان کی خوشحالی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لیکن ان تمام نعمتوں کے باوجود ان کا اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں رویہ اور سوچ منفی سے منفی ہوتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی صف میں شامل رکھنے کے لیے طرح طرح کی تدابیر اختیار کرتے رہے تاکہ وہ مادی مقاصد سے محروم نہ ہو جائیں۔ ان میں سب سے بڑا ذریعہ ان کے پاس جھوٹی قسمیں تھا۔ اس کے ذریعے وہ معاشرہ کو یہ یقین دلاتے کہ وہ بھی مخلصین کی صف میں شامل ہیں اور اپنی سازشوں کو چھپانے کے لیے بھی وہ جھوٹی قسموں کا سہارا لیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کیے گئے عہد کی پاسداری کا بالکل خیال نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان بری عادات کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ[11]

"یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلاں بات نہیں کہی، حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی ہے، اور اپنے اسلام لانے کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا ہے۔ انہوں نے وہ کام کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جس میں یہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ اور انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دیا ہے۔"

اس آیت میں اللہ رب العزت نے منافقین کی درج ذیل بری خصلتوں کا ذکر فرمایا ہے:

الف۔ جھوٹی قسمیں کھانا

مثلاً ایک مرتبہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں ایک انتہائی گستاخانہ بات کہی تھی جسے نقل کرنا بھی مشکل ہے اور اس کے بعد کہا کہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے باعزت لوگ ذلیلوں کو نکال باہر کریں گے، اس کا ذکر خود قرآن کریم نے سورۃ منافقون آیت 8 میں فرمایا ہے۔ ارشاد باری

ہے:

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ [12]

"جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو ہم میں سے معزز لوگ، گھٹیا لوگوں کو ضرور مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔"

لیکن جب اس سے پوچھا گیا تو مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا۔ ازہریؒ منافقین کی خصلتِ بد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منافقین جو دل سے ایمان نہیں لائے تھے بلکہ محض دنیاوی مفاد اور سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ جب وہ الگ بیٹھتے تو اسلام اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف گستاخیاں خیال کرتے اور جب بھی ان کا راز فاش ہوتا تو اپنی براءۃ ثابت کرنے کے لیے جھوٹی قسموں کے پل باندھ دیتے کہ واللہ باللہ ہم نے ہرگز یہ بات نہیں کہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان جھوٹی قسموں سے تم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جو سب رازوں کا جاننے والا ہے۔ تم نے یہ باتیں کہیں اور اظہار اسلام کے بعد پھر کفر اختیار کر لیا"۔[13]

اللہ تعالیٰ نے جابجا ان کی اس بری خصلت کو بیان کیا ہے سورہ توبہ میں ہی ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ [14]

"یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ ڈرپوک لوگ ہیں۔"

جھوٹی قسموں کی خصلت کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کے دلوں میں تو اسلام کی دشمنی تھی لیکن اسلامی ریاست کے علاوہ ان کے لیے کوئی اور جائے پناہ نہ تھی، اس لیے وہ کھل کر اسلام کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنے آپ کو اسلامی ریاست کا ایک فرد ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان فرمادیا کہ یہ سب مکر و فریب ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ لوگ محض مجبوری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو فوراً تم سے سارے تعلقات توڑ دیں اور وہاں چلے جائیں۔[15]

چنانچہ سیاسی اغراض کے لیے اور دنیوی مقاصد کے حصول کے لیے جھوٹی قسمیں کھالینا ان کا معمول تھا اور معاشرہ میں رہنے کے لیے اور اسلامی معاشرہ کے فوائد سے مستفید ہونے کے لیے منافقین کثرت سے جھوٹی قسمیں کھایا کرتے تھے۔

ب۔بدعہدی کا وطیرہ

بہت سے مواقع پر منافقین اہل اسلام سے بدعہدی کے مرتکب ہوئے اور پھر اسے چھپانے کے لئے منت سماجت اور جھوٹی قسموں کا سہارا لیا کرتے تھے۔ اس کی ایک واضح مثال وہ واقعہ ہے جو غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت پیش آیا کہ منافقین نے بارہ آدمیوں کو نقاب پہنا کر اس بات پر تعینات کیا تھا کہ وہ ایک گھاٹی میں چھپ کر بیٹھیں، اور جب حضور اکرم ﷺ وہاں سے گذریں تو آپ پر حملہ کر دیں۔ اس وقت حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے انہیں دیکھ لیا، اور آپ ﷺ کو اطلاع کر دی۔ آپ نے ان کو زور سے آواز دی تو ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ بھاگ گئے۔ آپ نے بعد میں حضرت حذیفہ کو بتایا کہ وہ منافق لوگ تھے۔[16]

مولانا کاندھلویؒ نے منافقین کی بدعہدی کا واقعہ لکھا ہے جس سے ان کا رویہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہیں میں سے ایک ثعلبہ بن حاطب نامی شخص نے حضور اکرم ﷺ سے بار بار مال دار ہونے کی دعاء کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے کئی دفعہ کے اصرار کے بعد اس کے لیے دعاء کر دی۔ ثعلبہ نے آپ ﷺ سے قسمیہ وعدہ کیا کہ اگر میں مالدار ہو گیا تو اس کے حقوق ادا کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں اس قدر برکت دی کہ وہ کیڑوں کی طرح بڑھنے لگیں اور اس کے پاس اتنا ریوڑ ہو گیا کہ وہ مدینہ میں نہ رہ سکا۔ مجبوراً مدینہ سے باہر کسی گاؤں میں رہنے لگا۔ اب اس نے آہستہ آہستہ نمازوں میں آنا بھی چھوڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضور اکرم ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے کے لیے عامل بھیجا تو غرور و تکبر سے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ پھر جب اس کے عزیز و اقارب نے اس پر طعن و تشنیع کی تو وہ زکوۃ لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی زکوٰۃ قبول نہیں کی۔ اس شخص نے بہت واویلا کیا اور بدنامی کے خوف سے سر پر خاک بھی ڈالی مگر آپ ﷺ نے اس کی زکوۃ قبول نہیں کی۔ پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زکوۃ لے کر حاضر ہوا، انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی، دونوں نے انکار فرما دیا۔ اور ہر ایک نے یہی کہا جو چیز حضور اکرم ﷺ نے قبول نہیں کی ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ بالآخر اسی حالت نفاق پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مر گیا۔[17]

یہ صرف ایک منافق کا واقعہ ہی نہیں بلکہ اس جماعت کا عمومی رویہ ہی یہی تھا۔ عہد کی خلاف ورزی ان کے ہاں کوئی جرم نہ تھا بلکہ ایک فیشن کے طور پر ان کے رویوں میں رچ بس گیا تھا۔ حالانکہ یہ چیزیں ایسی تھیں کہ مشرکین کا پورا معاشرہ اسے معیوب گردانتا تھا۔ لیکن منافقین کے مخصوص حالات کی وجہ سے انہیں اس قسم کی بری خصلتوں کو اپنانا پڑتا تھا۔

ج۔ احسان فراموشی

ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے مدینہ منورہ کے باشندوں میں پہلے کی نسبت عام خوش حالی آئی تھی جس سے یہ منافقین بھی فائدہ اٹھا رہے تھے۔ پہلے ان کی معاشی حالت خستہ تھی۔ مگر آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ان میں سے اکثر لوگ خاصے مال دار ہوگئے تھے۔ آیت کریمہ یہ کہہ رہی ہے کہ شرافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس خوشحالی پر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے شکر گذار ہوتے لیکن انہوں نے اس احسان فراموشی کا مظاہر کیا اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ سید مودودیؒ نے ان کی احسان فراموشی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"نبی ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ عرب کے قصبات میں سے ایک معمولی قصبہ تھا اور اوس و خزرج کے قبیلے مال اور جاہ کے لحاظ سے کوئی اونچا درجہ نہ رکھتے تھے۔ مگر جب حضور وہاں تشریف لے گئے اور انصار نے آپ کا ساتھ دے کر اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا تو آٹھ نو سال کے اندر اندر یہی متوسط درجہ کا قصبہ تمام عرب کا دارالسلطنت بن گیا۔ وہی اوس و خزرج کے کاشتکار سلطنت کے اعیان و اکابر بن گئے اور ہر طرف سے فتوحات، غنائم اور تجارت کی برکات اس مرکزی شہر پر بارش کی طرح برسنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ اسی پر انہیں شرم دلا رہا ہے کہ ہمارے نبی پر تمہارا یہ غصہ کیا اسی قصور کی پاداش میں ہے کہ اس کی بدولت یہ نعمتیں تمہیں بخشی گئیں!"[18]

یعنی ہر لحاظ سے اہل اسلام نے مدینہ طیبہ کو نمایاں مقام دیا، پھر بھی منافقین بجائے احسان مند ہونے کے حسد و بغض میں مبتلا رہے اور کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا کہ جس میں وہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اسلام کی تعلیمات تو ایک طرف رہیں انہوں نے تو فطرت کے بھی خلاف کیا ہے۔

4۔ اہل اسلام اور رسالت مآب ﷺ کو تکلیف دینا

منافقین کا ایک نمایاں وصف یہ رہا ہے کہ وہ اہل اسلام کو طرح طرح سے ذہنی طور پر تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے اور انہیں اپنی نجی مجالس میں برا بھلا کہا کرتے تھے۔ پھر جب ان کی یہ باتیں حضور اکرم ﷺ تک پہنچتیں تو اولا انکار کی کوشش کرتے، انکار نہ بن پاتا تو مختلف حیلوں بہانوں سے فاسد تاویلات کا سہارا لیتے۔ اس سب کے باوجود وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کو بھی نہ چھوڑتے بلکہ آپ ﷺ کو بھی تکلیف پہنچانے کا کوئی موقعہ ضائع نہ کرتے۔ حضور اقدس ﷺ ان کی تکالیف اور اذیتوں پر صبر کرتے اور اس سب کے باوجود ان سے حسن سلوک کرتے۔ اس سے انہوں نے یہ معروف کر دیا کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ کانوں کے کچے ہیں ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں، یعنی اذیت در اذیت ان کا شیوہ

تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کو جابجا ان کی اس حرکت پر تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ [19]

"اور انہی (منافقین) میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی کو دکھ پہنچاتے ہیں اور (ان کے بارے میں) یہ کہتے ہیں کہ: وہ تو سراپا کان ہیں۔ کہہ دو کہ: وہ کان ہیں اس چیز کے لیے جو تمہارے لیے بھلائی ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کی بات کا یقین کرتے ہیں، اور تم میں سے جو (ظاہری طور پر) ایمان لے آئے ہیں، ان کے لیے وہ رحمت (کا معاملہ کرنے والے) ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ پہنچاتے ہیں ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔"

منافقین حضور اکرم ﷺ کو دو طرح سے اذیت پہنچاتے تھے:

ایک تو یوں کہ وہ آپ ﷺ کی شان میں طرح طرح سے گستاخی کے مرتکب ہوتے۔ بے ادبی کے بہت سے مظاہر کی خود قرآن مجید نے نشاندہی کی ہے کہ کبھی تو آپ کو "اذن" کہتے اور کبھی آپ کی مجلس میں آپ کو ذو معنی الفاظ سے پکارتے اور پھر نجی مجالس میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑاتے اور اس پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی صورت کو بیان کیا ہے اور اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے تھے کہ: هُوَ أُذُنٌ کہ یہ تو ہر ایک کی ہر بات ہی سن لیتے ہیں۔ ازہریؒ نے امام قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو شخص ہر ایک کی بات سن لے اسے رجل اذن کہتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو ہر ایک کی بات سنے بھی اور اسے مان بھی لے اسے "رجل اذن" کہا جاتا ہے۔[20]

منافقین نبی کریم ﷺ کو جن عیوب سے متہم کرتے تھے، ان میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ آپ ﷺ ہر شخص کی ہر بات سن لیتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی بات کہنے کا موقع دے دیتے ہیں۔ یہ چیز ان کی نگاہ میں عیب تھی، حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ عیب کے بجائے ایک بہت بڑی خوبی تھی۔ اس وجہ سے وہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ کانوں کے کچے ہیں، جس کا جی چاہتا ہے آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے، جس طرح چاہتا ہے آپ ﷺ کے کان بھرتا ہے، اور آپ ﷺ اس کی بات مان لیتے ہیں۔ اس الزام کی وجہ یہ تھی کہ اہل ایمان ان منافقین کی سازشوں اور ان کی شرارتوں کا حال نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دیا کرتے تھے اور اس پر یہ لوگ سیخ پا ہو کر کہتے تھے کہ آپ ہم جیسے معزز لوگوں کے خلاف ہر کس و ناکس کی دی ہوئی خبروں پر یقین کر لیتے ہیں۔[21]

مولانا کاندھلویؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"حق جل شانہ نے ان آیات میں منافقین کی جن قباحتوں کا ذکر کیا، ان میں سے اول تو یہ ہے کہ وہ ادب سے کورے ہیں۔ آں حضرت ﷺ کی شان میں خلاف ادب اور تحقیر آمیز الفاظ زبان سے نکالتے ہیں، مثلاً یہ کہ آپ تو کانوں کے کچے ہیں جو سنتے ہیں اس کا یقین کر لیتے ہیں۔ دوم یہ کہ یہ لوگ اپنی مجلسوں میں دین اسلام اور آں حضرت ﷺ کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ جب اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے آپ ﷺ کو ان کے استہزاء اور تمسخر سے آگاہ کر دیتا ہے اور آپ ﷺ ان سے باز پرس کرتے ہیں تو وہ اس کی بے سروپا تاویلیں کرتے ہیں"۔[22]

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حرکت کے جواب میں فرمایا کہ ایک تو یہ کہ وہ سب سے پہلے کان لگا کر جو بات سنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو در حقیقت تم سب لوگوں کی بھلائی کے لیے نازل ہوتی ہے۔ دوسرے وہ سچے مومنوں کی بات سن کر اس پر واقعی یقین کر لیتے ہیں، کیونکہ ان کے بارے میں آپ ﷺ کو یقین ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ تیسرے وہ ان منافقوں کی بات بھی سنتے ہیں جو ظاہری طور پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ان سے دھوکا کھا جاتے ہیں، بلکہ در حقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفقت اور رحمت کا پیکر بنایا ہے، اس کی وجہ سے حتی الامکان وہ ہر ایک سے رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ منافقین کی باتوں کی تردید کے بجائے آپ ﷺ خاموش رہتے ہیں۔ ازہریؒ اسے مزید واضح انداز میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب کا تمہاری بات سن لینا اور تم سے اعراض کرنا تمہارے لیے ہی اچھا ہے۔ ورنہ اگر حقیقت آشکارا کر دی جاتی تو تمہارا نفاق ظاہر ہو جاتا اور تم روسیاہوں کو منہ چھپانے کیلئے جگہ نہ ملتی۔ وہ تو محض ازراہ شفقت وپردہ پوشی تم سے اعراض کرتے ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ وہ تمہاری بات کو سچ سمجھتے ہیں اور تمہارا جھوٹ ان سے پوشیدہ رہتا ہے۔ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی بات کا یقین رکھتے ہیں اور مخلص اہل ایمان کی باتوں پر اعتبار کرتے ہیں"۔[23]

سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ فساد و شر کی باتیں سننے والے نہیں ہیں بلکہ صرف انہی باتوں پر توجہ کرتے ہیں جن میں خیر اور بھلائی ہو اور جن میں امت کی بہتری اور دینی مصلحت ہو۔ آپ ﷺ کا یہ وصف تمہارے ہی لیے مفید ہے۔ اگر ان میں یہ صبر و تحمل نہ ہوتا تو تمہارے ایمان کے وہ جھوٹے دعوے اور خیر سگالی کی وہ نمائشی باتیں مدینہ میں جینا دشوار بنا ڈالتیں۔ تو یہ صفت تو تمہارے حق میں اچھی ہے نہ کہ بری۔[24]

آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کی ایک اور صورت یہ تھی کہ آپ کے احکامات کی تعمیل سے کتراتے اور ایسے راستے

اختیار کرنے کی کوشش کرتے جن کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے احکامات سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وصف کو بھی بیان کیا ہے ارشاد باری ہے:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ[25]

"اور انہی میں وہ صاحب بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ: مجھے اجازت دے دیجیے، اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیے، ارے فتنے ہی میں تو یہ خود پڑے ہوئے ہیں۔ اور یقین رکھو کہ جہنم سارے کافروں کو گھیرے میں لینے والی ہے۔"

اس آیت کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ غزوہ تبوک کے لیے حضور اکرم ﷺ نے نفیر کا حکم دیا تو ایک منافق جد بن قیس نے کہا یا رسول اللہ لوگ جانتے ہیں کہ میں عورتوں کی محبت میں مشہور ہوں اور روم کی عورتیں اپنے حسن میں مشہور ہیں۔ ایسی صورت میں مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ پس آپ مجھے لیجا کر فتنہ میں نہ ڈالیے، میں مال کے ذریعے آپ کی مدد کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے وہیں رہنے کی اجازت دے دی۔[26]

اس واقعہ سے منافقین کا رویہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ طرح طرح کے حیلے بہانوں سے کس طرح آپ ﷺ کے احکام سے حکم عدولی کرتے تھے اور معمولی معمولی عذر تراش کر آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں پیش پیش رہتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر ان کی اس خباثت کا واضح انداز میں جواب دیا کہ اگر واقعی وہ رومی عورتوں کے فتنہ سے ڈرتا تھا تو یہ فتنہ تو اس کو لاحق نہیں ہوا لیکن وہ اس سے بڑے فتنہ میں پڑ گیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شامل نہیں ہوا اور اس نے حضور ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دی اور یہ نفاق اور آپ ﷺ کی حکم عدولی بہت بڑا فتنہ ہے۔

5۔ میدانِ جنگ سے فرار کی دعوت اور موت کا خوف

منافقین چونکہ بظاہر اسلامی معاشرے کے افراد تھے، اس لیے مادی منفعت کے حصول کے لیے مسلمانوں کے معاملات، عبادات اور مہمات میں شریک ہونا ان کی مجبوری تھی۔ باقی امور میں شرکت تو گراں نہ تھی البتہ جہاد میں شرکت ان کے لیے خاصا مشکل مرحلہ ہوتا تھا جس سے فرار کی ہر ممکن کوشش کو وہ اختیار کرتے، خصوصاً جب کسی ایسی قوم سے جہاد کا اعلان ہوتا جو اسباب کے درجے میں اہل اسلام سے بڑھ کر ہوتے۔ مخلصین تو قوت ایمانیہ کی وجہ سے ایسی باتوں پر دھیان نہ دیتے لیکن منافقین کے لیے یہ چیزیں وبال جان بن جاتیں۔ ایسے موقعہ پر وہ حتی الامکان غزوات میں پیچھے رہنے کی تدابیر کیا کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشتے۔ لیکن اگر انہیں جانا ہی پڑ جاتا تو میدان جنگ سے وہ موقعہ بموقعہ فرار ہونے کی کوشش کرتے اور بعض مواقع پر اپنے ساتھ وہ نو مسلمین کو بھی بہکانے کی بھرپور کوشش کرتے اور موت کے خوف سے طرح طرح کے بہانے بنا کر راہِ فرار اختیار کرتے۔ ان کے اس رویے

کی وجہ سے اہل اسلام کو تکلیف ہوتی اور کمزور دل مخلصین کے جذبہ پر اس کا اثر پڑتا۔ قرآن مجید نے ان کے اس عیب اور خباثت کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ
يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا [27]

"اور جب انہی میں سے کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ: یثرب کے لوگو! تمہارے لیے یہاں ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، بس واپس لوٹ جاؤ۔ اور انہی میں سے کچھ لوگ نبی سے یہ کہہ کر (گھر جانے کی) اجازت مانگ رہے تھے کہ: ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح) بھاگ کھڑے ہوں۔"

ان آیات کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ بنو نضیر کو جب مدینہ سے نکالا گیا اور یہ لوگ خیبر میں چلے گئے، تو خیبر میں یہود کی ایک جمعیت بن گئی۔ چنانچہ ان لوگوں نے قبائل عرب میں پھر کر مشرکین کو مدینہ پر چڑھائی کے لئے آمادہ کیا تاکہ جب سب متحدہ قوت اور طاقت سے مدینہ پر حملہ کریں گے تو ضرور کامیاب ہوں گے اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس موقعہ پر مدینہ کے یہود اور منافقین نے بھی مشرکین مکہ کو تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ ان کے بہکانے سے قریش مکہ اور دیگر قبائل عرب دس بارہ ہزار کا لشکر لے کر اچانک مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور چاروں طرف سے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے جب اس کثیر تعداد فوج کو دیکھا تو پریشان ہوئے۔ بنو قریظہ بھی بنو نضیر کی ترغیب و ترہیب سے حملہ آوروں کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس موقعہ پر منافقین کہنے لگے کہ نبی ﷺ نے ان سے فتح اور نصرت کا جو وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا ہوتا نظر آتا ہے۔ قبائل عرب مدینہ کو فتح کر کے ہمیں پامال کر دیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تقریباً ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ رہا لیکن خندق حائل ہونے کی وجہ سے وہ کھل کر حملہ نہ کر سکے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت ایسی شدت کی آندھی بھیجی کہ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے اور پتھر ان کے منہ پر لگنے لگے، چولہے بجھ گئے، گھوڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ بالآخر ابوسفیان نے کوچ کا طبل بجا دیا، جب صبح ہوئی تو مدینہ دشمنوں سے خالی ہو گیا۔ مشرکین مکہ بے نیل مرام واپس ہو گئے۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حال کو بیان کیا کہ کس طرح انہوں نے گھر خالی ہونے کا بہانا کیا اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی بہکانے لگے۔ [28]

ازہریؒ ان کے حال کو جامع انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کلمات سے پتہ چلتا ہے کہ سب لوگوں کی سوچ اور اندیشے یکساں نہ تھے۔ منافق تو یہ خیال

کر رہے تھے کہ اب اسلام کا درخت جڑوں سے اکھڑ جائے گا۔ یہ آندھی اس چراغ کو بجھا دے گی۔ بزدل لوگ میدان جنگ سے بھاگنے کی تدبیریں کرنے لگے تھے۔ طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرنے لگے تھے۔ بعض نے تو اجازت مانگنے کو بے جا تکلف خیال کیا۔ جونہی موقع ملا مورچہ کو خالی چھوڑ کر چپکے سے کھسک گئے۔ لیکن مردان پاکباز کا ایک ایسا گروہ تھا جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں پر پکا یقین تھا۔ حالات بے شک حوصلہ شکن تھے۔ فضا خطرات کے مہیب بادلوں سے اٹی ہوئی تھی، لیکن ان وفا کیشوں کے عزم و ثبات میں ذرا فرق نہ آیا۔ ان اندھیروں میں ان کے نور یقین کی تابندگی دید کے قابل تھی"۔[29]

حالانکہ ان کے کسی بھی بہانے کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دوٹوک ان کے اس بہکانے کی حقیقت کو آشکارا کیا کہ ان کا مقصد جنگ سے فرار اختیار کرنا تھا اور بس۔

6۔ منافقین کا حسد و عناد

مدنی زندگی میں اہل اسلام معاشرتی اور معاشی طور پر مسلسل اور تدریجاً بہتری کی طرف گامزن تھے۔ مختلف فتوحات اور معاشرتی روابط اہل اسلام کے گراف کو مسلسل ترقی کی طرف لے جا رہے تھے۔ یہ چیز منافقین کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتی تھی، اس لیے وہ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی کو دیکھ حسد میں مبتلاء ہو جاتے اور موقعہ بموقعہ اپنے بغض کا اظہار کرتے اور جب وہ اہل اسلام کو کسی تکلیف اور آزمائش میں مبتلاء دیکھتے تو بہت خوشی کا اظہار کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خبث کا قرآن مجید میں بیان فرما کر تاقیامت محفوظ فرمالیا تاکہ لوگ اپنا محاسبہ کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ[30]

"اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں دکھ ہوتا ہے، اور اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو کہتے ہیں کہ: ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا، اور (یہ کہہ کر) بڑے خوش خوش واپس جاتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منافقین کے حسد اور خباثت باطن کا ذکر کیا ہے کہ اگر آپ کو کسی غزوہ میں فتح یا غنیمت ملے تو یہ حسد و عداوت کی وجہ سے ان کو بری لگتی ہے اور اگر کسی جنگ میں آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ منافقین کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنا انتظام کر لیا تھا۔ ازہریؒ اسی بات کو ادبی انداز میں یوں لکھتے ہیں:

"اگر مسلمان کسی جنگ میں مظفر و منصور واپس لوٹتے ہیں تو ان کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی ہے اور اگر کہیں مسلمانوں کو زک پہنچتی ہے یا وہ شہید ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے گھروں میں گھی کے

چراغ روشن کیے جاتے ہیں اور یہ لوگ اپنی دور اندیشی اور عقلمندی کے دعوے کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ حشر ہونے والا ہے اسی لیے تو ہم ان لوگوں کے ہمراہ نہیں گئے۔ "قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا" کا معنی ہے کہ ہم نے پہلے ہی سے احتیاطی تدبیریں اختیار کر لی تھیں"۔ [31]

اللہ تعالیٰ ان کی اس خباثت کا ردیوں فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ آپ ان منافقوں سے کہہ دیجئے کہ:

1۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمیں وہی چیز پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔

2۔ ہمیں فتح و شکست ہر دو حال میں ایک بھلائی ضرور ملے گی، فتح اور غنیمت یا شہادت اور اجر۔

اور آپ کہہ دیجئے کہ ہم تمہارے حق میں بھی دو باتوں میں سے ایک بات کے منتظر ہیں:

یا تو اللہ تعالیٰ تمہیں کسی آسمانی آفت اور غیبی مصیبت سے ہلاک کرے یا ہمارے ہاتھوں کے ذریعے تمہیں عذاب اور مصیبت میں مبتلا کرے۔ پس تم ہمارے انجام کے منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ تمہارے انجام کے منتظر ہیں۔ [32]

منافقین کا اسلامی معاشرہ میں رہنے کے باوجود ان کا رویہ یہ تھا کہ وہ اہل اسلام کی خوشی اور کامیابی سے خوش نہ ہوتے بلکہ غمگین ہو جاتے اور دکھ کا اظہار کرتے۔ لیکن اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت پہنچتی تو وہ عقل مندی کا اظہار کرتے ہوئے یہ باور کراتے کہ ہمیں تو پہلے ہی اندازہ تھا کہ اس کا یہ انجام ہونا ہے اسی لیے ہم اس سے دور رہے۔

7۔ احکامِ اسلام پر نکتہ چینی

یہود اور منافقین کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ اسلام کے احکامات میں طرح طرح سے کمزوریاں تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے اور جابجا احکام اسلام پر اعتراضات کرتے اور نئے مسلمان ہونے والوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کا یہ وصف درحقیقت یہودیت کی وجہ سے تھا کہ یہود کے ریشہ ریشہ میں سازشی فکر رچی بسی ہے۔ قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر منافقین کی اس عادت کو بیان فرما کر اس کا مناسب جواب دیا تاکہ راہ حق کے متلاشی کے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔ تحویل قبلہ کے موقعہ پر یہود اور منافقین نے اس مسئلہ کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس کی وجہ سے وہ پروپیگنڈا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس پروپیگنڈا کا بہترین جواب دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ [33]

"اب یہ بے وقوف لوگ کہیں گے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے ان (مسلمانوں) کو قبلے سے رخ پھیرنے پر آمادہ کر دیا جس کی طرف وہ منہ کرتے چلے آرہے تھے؟ آپ کہہ دیجیے کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کر دیتا ہے۔"

ہجرت کے بعد مدینہ طیّبہ میں آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ کو حکم ملا کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ اس پر منافقین اور یہود نے بہت شور مچایا اور اسے مسلمانوں کی صف میں انتشار پھیلانے کا ایک بہانہ بنالیا۔ ان کا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص سمت میں مُقیّد ہے۔[34]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے جاہلانہ شبہ کی تردید میں فرمایا کہ مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ کسی سمت کو قبلہ بنانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ اسی طرف ہے۔ سمت اصل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اصل ہے۔

8۔ اسلام کو مٹانے کی منظم کوششیں

منافقین چونکہ یہود کا وہ طبقہ تھا جو اپنے مالی مفادات کے حصول کے لیے اہل اسلام کی صفوں میں موجود تھا۔ یہ جماعت اسلام اور اہل اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انہوں ایک مرکز بھی بنانے کی کوشش کی اور اہل اسلام کو باہم لڑانے کی بھرپور کوشش میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک عزائم کو مٹانے کے لیے موقعہ بموقعہ آپ ﷺ کی وحی کے ذریعے راہنمائی فرمائی۔ جب منافقین نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے مرکز بنانے کی کوشش کی تو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے مطلع فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ[35]

"اور کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد اس کام کے لیے بنائی ہے کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں، کافرانہ باتیں کریں، مومنوں میں پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کو ایک اڈہ فراہم کریں جس کی پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے۔"

ہجرت مدینہ سے قبل مدینہ منورہ میں قبیلہ خزرج کا ایک شخص ابو عامر تھا۔ اہل مدینہ اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ نے اسے بھی دین حق کی دعوت دی، لیکن اس نے حق کو قبول کرنے کے بجائے آپ ﷺ کو اپنا حریف سمجھ لیا، اور آپ کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔ جنگ بدر سے لے کر جنگ حنین تک کفار مکہ سے جتنی جنگیں ہوئیں، ان سب میں یہ مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی مدد اور تائید کرتا رہا۔ جب جنگ حنین میں بھی مسلمانوں کو فتح ہوئی تو یہ شام چلا گیا اور وہاں سے مدینہ منورہ کے منافقین کو خط لکھا کہ میں شام میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو ختم کر ڈالے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم مسجد کے نام سے ایک ایسی عمارت بناؤ جو بغاوت کے مرکز کے طور پر استعمال ہو اور اس میں خفیہ طور سے ہتھیار بھی جمع کرو۔ اور آپس میں مشورے بھی یہیں کیا کرو، اور میری طرف سے کوئی ایلچی آئے تو اسے بھی یہاں ٹھہراؤ۔ منافقین نے قبا کے

علاقے میں یہ عمارت بنائی اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ بہت سے کمزور لوگوں کو مسجد قبا دور پڑتی ہے، اس لیے ان کی آسانی کی خاطر ہم نے یہ مسجد تعمیر کی ہے۔ آپ کسی وقت یہاں تشریف لا کر نماز پڑھیں تاکہ اسے برکت حاصل ہو۔ آپ ﷺ اس وقت تبوک جانے کی تیار میں مصروف تھے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ ابھی تو میں تبوک جارہا ہوں، واپسی پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں وہاں آکر نماز پڑھ لوں گا۔ تبوک سے واپسی پر راستے میں آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے اس میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا گیا۔ آپ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ وہ اس عمارت کو تباہ کر دیں، چنانچہ ان حضرات نے اس کو جلا کر خاک کر دیا۔[36]

اللہ تعالیٰ نے اسے مسجد ضرار قرار دیا کیونکہ اس کی بنیاد کا مقصد اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانا تھا اور اسلام کے خلاف سازشوں کے لیے ایک مرکز بنانا تھا، اس لیے اس کی قرآن مجید میں خوب مذمت کی گئی اور اسے ایسی عمارت سے تشبیہ دی گئی جو دریا کے کنارے پر ہو اور کٹاؤ سے اس کے بہہ جانے کا خوف ہو۔ گویا اس کی بنیاد ہی بہت کمزور رکھی گئی ہے۔ ازہریؒ اسے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "پہلی مسجد کی جن لوگوں نے بنیاد رکھی وہ متقی اور پرہیزگار تھے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار تھے۔ ان کے پیش نظر مسجد کی تعمیر سے یہ مقصد تھا کہ یہ اسلام کا مرکز بنے اور مسلمان اپنے مولائے کریم کے سامنے سربسجود ہونے کے لیے اس میں جمع ہوں۔ اس لیے اس کی دیواریں ایسی مستحکم بنیادوں پر استوار کی گئی ہیں جو کبھی گر نہیں سکتیں۔ لیکن اس کے برعکس دوسرا مکان جو سجدے کے نام سے تعمیر کیا گیا ہے اس کا مقصد کیونکہ اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی ہے، اس لیے اس کی بنیادیں بہت کمزور ہیں اور ان میں اتنی تاب نہیں کہ وہ چند روز ہی کھڑی رہ سکیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عمارت وادی کے اس دہانے کے کنارے پر بنائی جائے جس کو سیلاب نے کھوکھلا کر دیا ہو"۔[37]

آیت سے ثابت ہونے والے اہم نکات

1۔ کسی بھی دور میں ایک مسجد کے مقابلے میں اگر کوئی دوسری مسجد تعمیر کی جائے جو مسلمانوں کے خلاف سازش کے طور پر استعمال ہو یا جس کا مقصد مسلمانوں میں انتشار، بدامنی اور فساد پھیلانا ہو تو ایسی مسجد بنانے والوں کو ثواب نہ ہو گا بلکہ وہ گناہ گار ہوں گے۔

2۔ ایسی مسجد میں اہل علم اور معاشرہ میں ممتاز حیثیت کے افراد کو نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ بدباطن لوگ اس کو سند نہ بنا سکیں۔

3۔ ریا، نمود اور سازش کی بنیاد پر بنائی جانے والی مسجد کو اسلامی ریاست ڈھانے کا حکم دے اور آئندہ اس قسم کی

مسجد کی تعمیر پر پابندی عائد کر دے تاکہ شر و فساد کا کوئی مرکز نہ بن سکے۔

4۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فرمان جاری کیا تھا کہ ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد نہ بنائی جائے جس سے پہلی مسجد کی جماعت اور رونق متاثر ہوتی ہو۔

منافقین کے بارے میں تدابیرِ رسول اللہ ﷺ

منافقین کی عادات و خصائل اور اہل اسلام کے ساتھ ان کے رویے پر سابقہ اوراق میں تفصیل سے بحث ہو گئی اور ضمناً ان کی مختلف سازشوں پر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ذکر بھی آ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اس بارے میں چند نمایاں احکام دیئے جن سے ایک عمومی رویہ سامنے آتا ہے کہ منافقین کے ساتھ اہل اسلام کا رویہ کیا ہونا چاہیے اور ان کے ساتھ کیسا برتاؤ اختیار کرنا چاہیے۔

1۔ سازشی فکر کو بے نقاب کرنا

ابتدائی دور میں منافقین کے ساتھ زیادہ تر درگزر کا معاملہ ہوتا تھا، کیونکہ ایک تو مسلمان اتنے مضبوط نہ تھے کہ بیرونی اور اندرونی دشمنوں سے بیک وقت لڑائی مول لیتے۔ دوسرے منافقین میں سے جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا تھے انہیں موقع دینا مقصود تھا۔ جب یہ دونوں وجوہ ختم ہو گئیں تو پھر ان آستین کے سانپوں کا سر کچلنا ضروری بھی ہو گیا تھا، تاکہ یہ لوگ بیرونی طاقتوں سے ساز باز کر کے ملک میں کوئی اندرونی خطرہ نہ کھڑا کر سکیں۔ اس لیے حکم ہوا کہ کفار کے ساتھ ساتھ اب ان منافقین کے خلاف بھی جہاد شروع کر دیا جائے اور جو نرم رویہ اب تک ان کے معاملہ میں اختیار کیا جاتا رہا ہے، اسے ختم کر کے اب ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ[38]

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو، اور ان پر سختی کرو۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ساتھ رویے میں دو باتوں کا حکم دیا ہے ایک یہ کہ "ان سے جہاد کرو" اور دوسرا یہ کہ "ان پر سختی کرو"۔

اگر عہد رسالت کی تاریخ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی منافقین سے جہاد بالسیف نہیں کیا، جس کی کچھ وجوہ بھی آپ نے بیان فرمائی ہیں، تو پھر اس حکم کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح ان پر سختی سے کیا مراد ہے؟ ذیل میں ان پہلوؤں پر بحث کی جا رہی ہے۔

2۔ منافقین سے جہاد کرنے کا حکم

قرآن مجید میں منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا جارہا ہے۔اس میں حکم جہاد کی تحقیق یہ ہے کہ جہاد کے معنی جدوجہد اور محنت و کوشش کے ہیں، قرآنی حکم میں جہاد کی دو صورتیں ہیں:

1۔ مسلح لڑائی

2۔زبانی دعوت و تبلیغ اور بحث و مباحثہ کے ذریعے

کافروں کے ساتھ یہاں جہاد کے پہلے معنی مراد ہیں، اور منافقین کے ساتھ جہاد کے دوسرے معنی مقصود ہیں۔ چونکہ منافقین زبان سے اسلام لانے کا اظہار کرتے تھے، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے ان کی شرارتوں کے باوجود یہ حکم دیا کہ دنیا میں ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی معاملہ کیا جائے، اس لئے ان کے ساتھ جہاد کا مطلب زبانی جہاد ہے۔ مولانا کاندھلوی ؒ لکھتے ہیں:

"جہاد کے معنی کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے کے لیے اپنی انتہائی طاقت اور کوشش خرچ کرنے کے ہیں۔ خواہ یہ کوشش سیف وسنان سے ہو یا زبان اور حجت اور برہان سے ہو۔ جہاد اصل معنی کے لحاظ سے عام ہے جو دونوں صورتوں کو شامل ہے۔اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو کفار سے جہاد کا حکم آیا ہے اس سے جہاد بالسیف والسنان مراد ہے۔اور منافقین سے جو جہاد کا حکم آیا ہے اس سے زبان اور برہان کے ذریعہ جہاد کرنا مراد ہے۔اس لیے کہ منافقین اپنے آپ کو بظاہر مسلمان بتاتے تھے اور دوسری قومیں بھی ظاہر کے لحاظ سے انہیں مسلمان سمجھتی تھیں۔اس لیے آنحضرت ﷺ نے منافقین کے قتل سے اعراض فرمایا اور کھلے کافروں جیسا ان کے ساتھ معاملہ نہیں کیا۔اس لیے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کرنا مراد ہے اور منافقین کے ساتھ زبان اور قلم اور حجت اور برہان کے ذریعہ جہاد کرنا مراد ہے اور یہ حکم اس وقت تک ہے کہ جب تک نفاق پوشیدہ رہے اور جب نفاق ظاہر اور عیاں ہو جائے تو پھر منافقین سے بھی جہاد بالسیف ہو سکتا ہے"۔[39]

یعنی اگرچہ منافقین سے جہاد بالسیف نہیں کیا گیا لیکن انہیں یونہی چھوڑا بھی نہیں گیا بلکہ ان سے جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ ان سے زبان اور دلائل کے ذریعے جہاد کیا جائے۔ اگر ان سے جہاد بالسیف ہوتا تو عرب معاشرہ میں اس کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا جاتا اور یہ ظاہر کیا جاتا کہ نعوذ باللہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں سے ہی لڑ پڑتے ہیں۔

3۔منافقین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا حکم

منافقین پر سختی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اول تو گفتگو میں ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ برتی جائے، دوسرا یہ کہ اگر

ان سے کوئی قابل سزا جرم سرزد ہو تو انہیں معافی نہ دی جائے۔ تیسرا یہ کہ ایک منافق کو مسلمانوں کے معاشرے میں بالکل عزت واحترام کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ سید مودودیؒ اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس حکم قرآنی سے مراد یہ ہے کہ ان کی منافقانہ روش کو کھلم کھلا بے نقاب کیا جائے تاکہ سوسائٹی میں اس کی عزت و اعتبار کا کوئی مقام باقی نہ رہے۔ اس کی شہادت غیر معتبر ہو، عہدوں اور مناصب کا دروازہ اس کے لیے بند رہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ مسلم معاشرے میں کہیں بھی اس کا کوئی احترام نہیں۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص کسی صریح غداری کا مرتکب ہو تو اس کے جرم پر پردہ نہ ڈالا جائے، نہ اسے معاف کیا جائے، بلکہ علیٰ رؤس الاشہاد اس پر مقدمہ چلایا جائے اور اسے قرار واقعی سزا دی جائے۔"[40]

سید مودودی اس پہلو پر مزید لکھتے ہیں:

"ایک منافق کو مسلمانوں کی سوسائٹی میں عزت واحترام کا مرتبہ حاصل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہزاروں آدمی غداری و منافقت پر دلیر ہو جائیں اور یہ خیال عام ہو جائے کہ اس سوسائٹی میں عزت پانے کیلئے اخلاص، خیر خواہی اور صداقت ایمانی کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ جھوٹے اظہار ایمان کے ساتھ خیانت اور بے وفائی کا رویہ اختیار کر کے بھی یہاں آدمی پھل پھول سکتا ہے۔"[41]

اسی بات کو آپ ﷺ نے بیان فرمادیا تھا:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ[42]

"جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی تعظیم و توقیر کی وہ دراصل اسلام کی عمارت ڈھانے میں مدد گار ہوا۔"

اسی وجہ سے جس معاشرہ میں مجرم اور منافق قسم کے لوگوں کو عزت دی جاتی ہے وہاں سے اقدار کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ وہاں کی اقوام اخلاقی تنزل اور گراوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں اور بہت جلد وہ اپنے راہنماؤں، لیڈروں اور ہیروز کو بھلا دیتی ہیں۔ اور قوم کے بدترین لوگ ان کے لیے مثال بن جاتے ہیں۔

4۔ مال اور اولاد کے ذریعے آزمائش

مدینہ منوّرہ کے منافقین مالدار اور صاحب اولاد لوگ تھے۔ ان کا مطمح نظر دنیوی مفادات کا حصول تھا۔ اس لیے ان کے نزدیک بھی عز و جاہ کا معیار اولاد اور مال و دولت کی فراوانی تھی۔ اب انہیں مشکل یہ پیش آئی کہ ان کی اولادیں مسلمان ہو گئیں۔ ان کے نزدیک عز و جاہ کا معیار یہ تھا کہ جتنا بھی کوئی اللہ کے رسول کا مطیع اور فرمانبردار ہو گا اتنا ہی وہ

اسلامی معاشرہ میں معزز و مکرم سمجھا جائے گا۔ اس نظریاتی اختلاف نے انہیں اپنی اولاد ہی کی نظروں میں ذلیل کر دیا۔ اس طرح اللہ نے ان کو اپنی اولاد ہی کے ذریعہ انہیں دنیامیں سزا دے دی۔ اور چونکہ وہ اپنی خود پرستی والی طبیعت کو بھی بدل نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا وہ آخر دم تک اسی ننانوے کے چکر میں ہی پڑے رہے اور اسی نفاق اور ذلت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس آزمائش کو یوں بیان فرماتے ہیں:

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ [43]

"تمہیں ان کے مال اور اولاد (کی کثرت) سے تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جان بھی کفر ہی کی حالت میں نکلے۔"

عزت و ذلت کی اس کشمکش میں ابتلا کے جس دور سے وہ گزر رہے تھے اس کا نقشہ سید مودودیؒ نے کچھ اس طرح کھینچا ہے:

"مال و اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر جو منافقانہ رویہ انہوں نے اختیار کیا ہے، اس کی وجہ سے مسلم سوسائٹی میں یہ انتہائی ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے اور وہ ساری شان ریاست اور عزت و ناموری اور مشخیت وچودھراہٹ، جو اب تک عربی سوسائٹی میں ان کو حاصل رہی ہے، نئے اسلامی نظام اجتماعی میں وہ خاک میں مل جائے گی ادنی ادنی غلام اور غلام زادے اور معمولی کاشتکار اور چرواہے، جنہوں نے اخلاص ایمانی کا ثبوت دیا ہے، اس نئے نظام میں باعزّت ہوں گے، اور خاندانی چودھری اپنی دنیاپرستی کی بدولت بے عزت ہو کر رہ جائیں گے"۔[44]

آیت کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ منافقین کے پاس مال و دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت دیکھ کر بعض نو مسلم حضرات کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اہل نفاق ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح مال و دولت سے نوازا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دینے کے لیے حضور اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کی مال و دولت سے دھوکہ میں نہ پڑیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا انجام برا ہی ہے۔ ازہریؒ نے اس نکتہ کو احسن انداز میں بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے دین کی پیہم مخالفت کے باوجود ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے گھروں میں بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ ممکن تھا کوئی سادہ لوح ان کی ظاہری آن بان کو راہ راست پر ہونے کی نشانی خیال کرے۔ اس لیے واضح فرمایا کہ یہ دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ

ان کی بربادی کا باعث بنے گی۔ کیونکہ وہ اس کی محبت میں یوں مدہوش رہیں گے کہ عمر بھر انہیں حق قبول کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی اور اسی کفر پر ان کا دم نکلے گا۔ کیا ان سے بھی بڑھ کر کوئی بدنصیب ہو سکتا ہے"۔[45]

الغرض بعض اوقات ظاہری جاہ و جلال، مال و دولت کی فراوانی اور خدام و حشم، درحقیقت امتحان اور آزمائش ہوتے ہیں لیکن انسان ایسے مواقع پر بھول جاتا ہے کہ اس سے ان سب چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور اسے ان میں سے ایک ایک چیز کا حساب دینا ہو گا۔

5۔ منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کی جانب سے منافقین کے لیے سخت ہو جانے کا حکم آنے کے بعد اسلامی معاشرے میں ان سے سختی کے چند مظاہر سامنے آئے۔ ان میں آخری اور سخت مظہر یہ ہے کہ ایک آدمی جو کسی نظریاتی جماعت سے وابستہ ہو اور انہی کے ساتھ وہ اپنا حقیقی رشتہ محسوس کرتا ہو، ان کی تقریبات کا ساتھی، ان کی مجلسوں کا شریک، ان کے دکھ درد میں رفیق، ان کی خوشیوں میں مدد و معاون اور انہی کی رفاقت و محبت کے حصار میں اپنے آپ کو محصور سمجھتا ہے۔ وہ جائز طور پر یہ سمجھتا ہے کہ میرے احباب میرے دست و بازو ہوں گے جب میں دنیا سے آخرت کا سفر کروں گا تو یہ میری تکفین و تدفین میں شریک ہوں گے اور انہی کے ہاتھوں میری لاش لحد میں اتاری جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں منافقین کے ساتھ زندگی کے تمام رشتے ایک ایک کر کے کاٹ دیئے۔ آخری رشتہ اس کے لیے دعائے استغفار یعنی نماز جنازہ تھی۔ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے اور آپ ان کی قبر پر کھڑے بھی نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ[46]

"اور اے پیغمبر ان منافقین میں سے جو کوئی مر جائے، تو تم اس پر کبھی نماز جنازہ مت پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ یقین جانو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کا رویہ اپنایا، اور اس حالت میں مرے ہیں کہ وہ نافرمان تھے۔"

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا، لیکن اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ سچے اور پکے مسلمان تھے، اگرچہ عبد اللہ بن ابی کی منافقت کئی مواقع پر ظاہر ہو چکی تھی، لیکن چونکہ وہ زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا تھا، اس لئے ظاہری طور پر اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی سلوک کیا جاتا تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اسکی نماز جنازہ

پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے یہ درخواست منظور فرمالی اور اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے قرآن کریم کی آیت:

إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ [47]

"اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کروگے تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا۔

کا حوالہ دیا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں چاہوں تو استغفار کروں، اس لئے میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرلوں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے روک دیا۔ پھر اس کے بعد آپ نے کسی بھی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔[48]

اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اہل علم اور سرکردہ لوگوں کو فساق وفجار کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔ سید مودودیؒ اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسی سے یہ مسئلہ نکلا کہ فساق اور فجار اور مشہور فاسق لوگوں کی نماز جنازہ مسلمانوں کے امام اور سربرآوردہ لوگوں کو نہ پڑھانی چاہیے۔ ان آیات کے بعد نبی ﷺ کا طریقہ یہ ہوگیا تھا کہ جب آپ کو کسی جنازے پر تشریف لانے کے لیے کہا جاتا تو آپ پہلے مرنے والے کے متعلق دریافت فرماتے تھے کہ کس قسم کا آدمی تھا، اور اگر معلوم ہوتا کہ برے چلن کا آدمی تھا تو آپ اس کے گھر والوں سے کہہ دیتے تھے کہ تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اسے دفن کردو"۔[49]

خلاصہ بحث:

ہجرت مدینہ سے اہل اسلام کفار ومشرکین کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہوئے اور سکھ کا سانس لیا، لیکن مدینہ طیبہ میں ایک نیا مسئلہ ان کے سامنے تھا جس کی وجہ سے اسلام کو شدید نقصان کا اندیشہ تھا، وہ فتنہ منافقین کی شکل میں تھا۔ یہ دراصل یہودی تھے جو مختلف دنیاوی مفادات کی خاطر اسلام کے لبادے میں مسلمانوں کے درمیان تھے۔ سیرت النبی کی مباحث میں ان منافقین کی عادات وخصائل کا اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے۔ خود رب ذوالجلال نے قرآن مجید میں جابجا بیان فرمایا ہے۔ منافقین کی جو عادات مذکور ہوئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ وہ اعذار اور حیلہ گری کے ذریعے اپنے عیوب کو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتے، اہل اسلام کو نیکی سے روکتے اور برائی کی نشر و اشاعت میں حصہ لیتے اور احسان فراموشی، بدعہدی اور جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہوئے اپنی بدعہدی اور جھوٹ کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے۔ حضور اکرم ﷺ اور اہل اسلام کو تکالیف پہنچانے کا کوئی موقعہ ضائع نہ کرتے۔ موت سے گھبرانے کی وجہ سے بہت دفعہ میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کی۔ اہل اسلام کے بارے میں حسد میں مبتلاء رہتے۔ احکام اسلام میں شکوک وشبہات

پیدا کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام اور نبی اکرم ﷺ کو قرآن مجید میں جابجا ان کی عادات وخصائل بتا کر ان سے بچنے کی تلقین کی ہے اور مختلف انداز سے ان کی ان خصلتوں کا جواب بھی سمجھایا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سورۃ البقرۃ:2/9، 10

2۔ ازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ربیع الثانی 1425ھ، 1/35

3۔ سورۃ الفتح:48/11

4۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 4/541، 542؛ کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن، مکتبۃ المعارف، دارالعلوم حسینیہ، شہدادپور، سندھ، 1433ھ، 7/453، 454

5۔ سورۃ الفتح:48/11

6۔ سورۃ الفتح:48/16

7۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 7/454

8۔ سورۃ التوبۃ:9/67

9۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/228

10۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، صفر 1425ھ-اپریل 2004ء، 2/211

11۔ سورۃ التوبۃ:9/74

12۔ سورۃ المنافقون:63/8

13۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/233

14۔ سورۃ التوبۃ:9/56

15۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/220، 221

16۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 3/491، 492؛ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/233؛ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/216

17۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 3/493، 494

18۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/217، 218

19۔ سورۃ التوبۃ:9/61

20۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/225

21۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/209

22۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 3/476

23۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/225

24۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/209، 210

25۔ سورۃ التوبۃ:9/49

26۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 3/455؛ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/199؛ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/217

27۔ سورۃ الاحزاب:33/13

28۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 6/236، 237

29۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 4/27

30۔ سورۃ التوبۃ:9/50

31۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/218

32۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 3/457

33۔ سورۃ البقرۃ:2/142

34۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 1/306

35۔ سورۃ التوبۃ:9/107

36۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/252

37۔ ایضاً، 2/254، 255

38۔ سورۃ التوبۃ:9/73

39۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 3/487

40۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/215

41۔ ایضاً، 2/216

42۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، 1410ھ، باب فی مباعدۃ الکفار والمفسدین والغلظۃ علیہم، رقم الحدیث: 9464، 7/61 (علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ بحوالہ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرھا السیء فی الامۃ، البانی، محمد ناصر الدین، ابو عبدالرحمن، دار المعارف، ریاض، سعودی عرب، 1412ھ-1992ء، 4/340)

43۔ سورۃ التوبۃ:9/55

44۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/202

45۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/220

46۔ سورۃ التوبۃ:9/84

47۔ سورۃ التوبۃ:9/80

48۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، 3/497؛ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/220، 221، ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/240

49۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، 2/221